R

8

رشید احمد صدیقی

Sem. 5
CC-11

ارسطو نے اپنی بوطیقا میں مزاح پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہنسی کسی خاص
خامی یا بدصورتی (بے ڈھنگے پن) کو دیکھ کر معرض وجود میں آتی ہے جو دردانگیز نہ ہو۔
کانٹ نے یہ خیال پیش کیا ہے کہ ہنسی اس وقت نمودار ہے جب کوئی چیز ہوتے ہوتے
رہ جائے۔ اور ہماری توقعات ایک بلبلے کی طرح پھٹ کر ختم ہو جائیں۔ لفظ
~~humour~~ یورپی زبان سے لیا گیا ہے اس کے معنی رطوبت یا بھیگے پن کے ہیں۔ بعد میں
اس لفظ کے معنی تبدیل ہوئے اور یہ مزاح کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ مزاح کے بعد
ظرافت آتی ہے۔ آسکر وائلڈ کہتا ہے اگر کسی سے سچی بات کہلوانا ہو تو اسے ایک
نقاب دے دو۔ ظرافت ایک ایسی ہی نقاب ہے۔ فرائڈ نے ظرافت کی تعریف کرتے
ہوئے کہا ہے Sense in NonSense یعنی بے تکی باتوں میں تک کی بات۔
ظرافت کے اگرچہ کئی اقسام ہیں، پھکڑ پن، ضلع جگت، فقرے بازی اور مزاح
ہیں۔ لیکن مزاح ہی کو ظرافت کی اعلیٰ ترین صنف تسلیم کیا گیا ہے۔ اوجود
رشید احمد صدیقی نے ایک جگہ لکھا ہے "طنز و ظرافت کی مثال سفلی عمل کی
سی ہے اگر عمل پورا نہ ہو تو عامل خود اس کا شکار ہو جاتا ہے۔" ظرافت
کے ساتھ طنز بھی استعمال ہوتا ہے۔ طنز ادب کی ایک دلچسپ افادیت کی حامل
صنف ہے اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد چیز ہے۔ انگریزی زبان کا لفظ
Satire ~~Sture~~ لاطینی زبان سے ماخوذ ہے۔ رشید احمد کی رائے یہ ہے

> "وہ ظرافت میں طنز مضمر ہوتا ہے۔ طنز میں ظرافت
> کا دخل نہیں ہونا چاہئے۔ میرے نزدیک ظرافت طنز
> سے مشکل فن ہے۔ ظرافت کے لئے خوش دلی اور محنت
> درکار ہوتی ہے۔ طنز میں جوش، رنج، غصہ اور بیزاری
> کی کارفرمائی ہوتی ہے۔"

١٨٧٧ء میں اودھ پنچ جاری ہوا اس کے لکھنے والوں میں چار حضرات کا نام سر فہرست
ہے۔ رتن ناتھ سرشار، سجاد حسین، نواب آزاد اور اکبر الہ آبادی۔ ان ~~سب~~ سب
کی ظرافت اور وسیلہ تک بھی ایک جیسی صلاحیت اور موضوع کے حدود میں فرق ہے۔
رشید احمد کا خیال ہے کہ وہ معاشرت میں قدامت اور سیاست میں جدیدیت کا قائل
تھا، اس کی ظرافت میں گہرائی اور طنز میں گیرائی کی کمی ہے۔
رشید احمد صدیقی کے فن اور خیال میں سنجیدگی ہے۔ ان کی طنز میں پہلی
نظر میں ظرافت کا دوسری میں بلاغت کا اور تیسری میں انفرادی اور اجتماعی شامت
کا احساس ہوتا ہے۔ بعد میں تینوں مل کر آسیب کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔
ان میں ادبی آن بان ہے۔ انشاء کی شان ہے۔ لب و لہجہ میں اعتماد ہے اور طبیعت
میں شگفتگی ہے۔ وہ مزاح نگار کم اور شگفتہ طنز نگار زیادہ ہیں۔
وہ کبھی اپنی سطح سے نہیں اترتے۔ مجنوں گورکھپوری نے لکھا ہے

> "رشید احمد صدیقی کو مزاح نگار کہنا ان کے ساتھ بڑا
> ظلم کرنا ہے۔ وہ گنتی کے ان چند لوگوں میں سے ہیں جنکو
> خالص انشاء پرداز کہا جا سکتا ہے۔"

ان کے طنزیہ ٹکڑے بہترین ادب پارے بھی ہوتے ہیں وہ ادبی خامی کی طرف
سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ بقول آل احمد سرور!

Scanned with CamScanner

"رشید صاحب اپنی ادبی شخصیت اپنے منفرد اسلوب
زبان و بیان سنجیدہ اور خیال انگیز ظرافت اور اپنی
دلآویز مرقع نگاری کی وجہ سے اس دور کے ادب پر
پائیدار لازوال نقش چھوڑ چکے ہیں۔ وہ حالی اور شبلی
دونوں کے قائل ہیں مگر ان کا اسلوب شبلی سے
زیادہ قریب ہے۔"

رشید احمد صدیقی کے طنز و مزاح کے دو مجموعے ہیں "مضامین رشید" اور "خنداں"۔ ویسے ان کے مضامین کے دوسرے مجموعوں میں طنز و مزاح کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ اور بہت سے مضامین رسائل و اخبارات میں چھپے ہیں۔ مضامین رشید کی اشاعت پہلے عمل میں آئی اور خنداں کی کچھ بعد میں۔ لیکن نقش ثانی نقش اول سے بہتر نہیں۔ مضامین رشید میں رشید احمد صدیقی کے طنز و مزاح کی تخلیقی اور فکری صلاحیتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ ان کے شعور کی پختگی اور نظروں کی عقابی صفت کا ثبوت ملتا ہے۔ حالانکہ انہوں نے مضامین رشید جس دور میں لکھا اس دور میں اردو ادب میں طنز و مزاح کا فن اپنے ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا۔ تاہم آج بھی جبکہ اردو ادب میں طنز و مزاح کا معیار کافی بلند ہو گیا ہے۔ مضامین رشید نہ صرف یہ کہ ان کا ممتاز اور اہم کارنامہ ہے بلکہ آج کے طنز و مزاح کے ادب میں اس کی حیثیت مسلّم ہے۔ بقول پروفیسر وحید اختر:

"ان کے اسلوب کا کمال یہ ہے کہ وہ آورد کو بھی
آمد بنا دیتے ہیں ان کا فن جو ان کے ماتمی مضامین کی
اکثریت پر مشتمل ہے آورد میں آمد کا فن ہے۔"

رشید احمد کا ذہن کتنا وسیع، نظر کتنی عمیق اور زبان و بیان پر ان کو کس قدر عبور حاصل ہے یہ ان کے مضامین سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ ماتمی مضامین ہونے کی وجہ سے کم و بیش سب میں ان کے دیگر مضامین جیسا لب و لہجہ نہیں بلکہ ہر جگہ خطابت کا رنگ نمایاں ہے۔ رشید احمد صدیقی کی ایک خاص عادت تھی کہ وہ اصل موضوع سے ہٹ جاتے تھے۔ اس سلسلے میں رشید صاحب خود لکھتے ہیں:

"جوانی میں آدمی باغ نہیں لگاتا باغ میں گناہ کرتا ہے
بڑھاپے میں باغ کی ہوا کھاتا ہے اور توبہ استغفار کرتا
جاتا ہے۔ یہ تو میرے بہکنے کی عادت ہے جس کا موقع
مدتوں سے بڑھ کر کہیں اور نہیں ملتا۔"

رشید احمد صدیقی نے زندگی کے ہر پہلو کو اپنے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ لیکن ہر جگہ ان کا انداز عالمانہ ہے۔ شعر و ادب کی دنیا تو ان کی اپنی دنیا ہے۔ سیاست تاریخ اور دیگر علوم پر بھی ان کی نظر ہے۔ ان سب کے امتزاج کے باعث ان کے طنز و مزاح سے لطف اندوز ہونا آسان نہیں۔ قاری کو خود بھی ان مخصوص پس منظر سے آگاہ ہونے کے علاوہ بے حد شائستہ مذاق کے حامل ہونے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اپنے زمانہ کی روایات سے علیحدہ ہو کر ایک رنگ اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے یعنی علی گڑھ کا رنگ۔ رشید احمد کا اعتراف ہے کہ علی گڑھ نے ہی انہیں طنز و مزاح پر مائل کیا۔ "طنز و ظرافت کی میری ابتدائی مشق کچی بارک اور ڈرائنگ ہال سے شروع ہوئی۔"

رشید احمد صدیقی اور علی گڑھ کے بارے میں دو رائیں ہیں۔ ایک گروہ کی رائے ہے کہ علی گڑھ سے وابستگی سے ان کے فن نے جلا پائی ہے اور ادب میں روشن کارنامہ یا معیاری وجود میں آیا۔ عزیز احمد لکھتے ہیں:

"رشید احمد صدیقی نے قوّت، استفادہ اور علی گڑھ
کو ترتیب دے کر ایک بڑے اچھوتے اور اچھے
خاصے ذہنی معیار کا طریقہ نہ مرتک اختیار کیا ہے۔"

لیکن اکثریت ان لوگوں کی ہے کہ رشید صاحب نے صرف علی گڑھ کو ہی اپنا موضوع بنا کر اپنے آپ کو باندھ لیا ہے۔ اور ان کا فن محدود ہو گیا ہے۔ رشید احمد صدیقی کا سیاسی شعور و سماجی شعور بلا خیز ہے وہ سیاست کے محض ایک ناظر ہیں اور سماج کے ایک اہم جزو سماجی زندگی کا انہوں نے عمیق مطالعہ کیا ہے۔ رشید صاحب نے لیڈری تو نہیں کی مگر لیڈروں کا بخوبی مطالعہ کیا ہے۔ رشید احمد صدیقی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"لیڈروں کے اقسام اور ہندوستان کے امراض کا کون
احاطہ کر سکتا ہے"

لیڈروں کے مریضانہ ذہنیت پر انہوں نے بھرپور وار کیا ہے۔ انہوں نے نہ صرف اپنے عہد کی بلکہ تقریباً ہر عہد کے کامیاب لیڈر کی شخصیت کو تحریروں کے ذریعہ ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اس میں ظرافت کم ہے اور طنز حاوی ہے۔ ایک جگہ انہوں نے لیڈر اور دھوبی کا مقابلہ کر دیا ہے۔ آج کل کے پیشہ ور لیڈروں کے بارے میں انہوں نے حقیقت پسندی سے کام لیا ہے۔ اس سلسلے میں رشید احمد کیسے کس طرح پردہ اٹھاتے ہیں!

"وہ ہر زمانہ میں یہی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جس پارٹی
کے لوگ منتخب ہوتے ہیں ان میں جو سب سے بڑا
شیخ چلی ہوتا ہے اس کو وزیر اعظم بنا دیتے
ہیں جو قوم صرف رہتا ہے کہ اب اس کا بالکل
یہی خیال ہوتا ہے کہ وہ شہر کے دروازے
سے داخل ہوا ہے یا چور دروازے سے
گھس آیا ہے۔"

رشید احمد صدیقی نے ڈپٹی کلکٹروں اور آئی سی ایس افسروں کا جا بجا مذاق اڑایا ہے۔ اور طنز کے نشتر چلائے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہو کہ شاید ڈپٹی کلکٹر اور آئی سی ایس ہو کر نوجوانوں نے اپنے کردار کو اپنے ہاتھوں کھو دیا ہے۔ رشید احمد صدیقی نے سماج کے ہر طبقہ پر اپنی نظر رکھی ہے جہاں بھی اس میں کوئی معمولی ہوں کہ سیاست دان آزادی اہل افسر ہوں کہ تجربوں کا جاور امور صوفی اشاعت تک کو انہوں نے اپنے طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ رشید احمد کے طنز و مزاح میں ساری آب و تاب موجود ہے۔ اپنے احساس کو لفظوں کو یہی کیسے پیش کرتے ہیں وہ صرف چند لفظوں میں دیکھئے!

"حکومت کی حوانیت کی طرح ہم تھرڈ کلاس میں لوگ کی مصیبتیں سب کے لئے یکساں ہوتی ہیں"
(آشفتہ بیانی میری)

"ہمارے یہاں تو ہم عوشہ میں اس تیزی کے ساتھ بلندی کی طرف بڑھ رہے تھے جیسے کسی مہاجن کا سود بڑھتا ہے۔"
(مضامین رشید)

"ہم جہاں اپنی عقل سے کام نہ لے وہاں دوسروں کی حماقت سے فائدہ اٹھائیے۔" (خنداں)

جو آج کل سب سے آسان بات ثابت کردینا ہے۔ دس بے وقوف کسی بات پر متفق ہو جائیں
وہ بات ثابت ہے۔ (مضامین رشید)

۳۔ "میرے نزدیک دیہات والی عورتیں مجموعہ ہیں تین چیزوں کا، گھونگھٹ، گندگی اور گیتا۔"
(مضامین رشید)

۴۔ "یہ تجسس عورت کی فطرت ہے اور بیاہنا ان کی عادت اس حقیقت کا سدباب نہ پردہ ہے نہ پہرا لو"
(مضامین رشید)

رشید احمد صدیقی کی حیثیت ایک مرقع نگار اور خاکہ نگار کی بھی ہے۔ اردو ادب میں مرقع نگاری بیسویں صدی کی دوسری دہائی سے ملتی ہے اس سے قبل سوانح اور تذکروں کا دور تھا۔ آب حیات میں تذکرہ نگاری کے باوجود سوانح نگاری اور مرقع نگاری کی جھلک ملتی ہے۔ آزاد نے ذوق کو غالب سے زیادہ اہمیت دی لیکن مرقع نگاری میں وہ ذوق سے زیادہ غالب کے بیان میں کامیاب ہوئے۔ رشید احمد بنیادی طور پر طنز و مزاح نگار سمجھے جاتے ہیں باوجود مرقع نگار بھی مانے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حسین لکھتے ہیں:

"رشید صاحب کا شاہکار دلچسپ موضوع
نکھرے ہوئے اسلوب بیان اور لطیف مزاح
کی بدولت ہمیشہ زندہ رہے گا۔"

اس کے علاوہ رشید احمد صدیقی نے تنقید بھی لکھا ہے۔ لیکن رشید احمد کی حیثیت نقاد کو یہ خاص مقام حاصل نہیں کر سکے۔ لیکن وہ اردو ادب میں اپنے انداز بیان مزاح نگاری، طنز نگاری اور مرقع نگاری کی وجہ سے زندہ جاوید رہیں گے۔
ڈاکٹر سلمان الحمید جاوید نے لکھا ہے:

"رشید احمد صدیقی اردو ادب میں کسی شخصیت
کا نہیں ایک روایت کا نام بن چکا ہے۔ وہ
ایک منفرد طنز و مزاح نگار ہی نہیں جنہوں نے
ادبی اور عالمانہ ظرافت کو ہمارے ادب سے
روشناس کرایا بلکہ اردو کے سب سے بڑے
مرقع نگار بھی ہیں۔"